مسیحیت پر کلامی اور اخلاقی حوالوں سے متعدّد اعتراضات دہرائے جو ان کے نقطہ نظر میں مشرقِ وسطیٰ میں بالعموم کیے جاتے ہیں۔ "کرسچنٹی ٹوڈے" کے کالم نگار کے الفاظ میں جب حاضرین ان اعتراضات پر پہلو بدلنے لگے تو بہروپ بھرنے والے مبشّرین نے اپنا تعارف کرایا۔

"فرنیٹیئرز" کے سربراہ رچرڈ-ڈی- لو کا کہنا ہے کہ "مسلمان مسیحیت کے پیغام میں اتنے مزاحم نہیں ہیں، جتنا کہ انہیں نظر انداز کیا گیا ہے۔ مسلم دنیا کے بہت سے علاقوں میں فصل تیار ہے، مسیحیت کے لیے ان علاقوں تک رسائی کبھی اتنی آسان نہیں تھی [جتنی اب ہے]"

"مبشّرین طالب علموں کی بین الاقوامی انجمن" [International Fellowship of Evangelical students] کے جنرل سیکرٹری نے کہا کہ "اب ضروری نہیں ہے کہ طلبہ و طالبات مسلمانوں کو مسیحیت کی دعوت دینے کے لیے دور دراز کے سفر کریں۔ ۲۷ ہزار غیر ملکی مسلمان امریکی یونیورسٹیوں میں زیرِ تعلیم ہیں"۔

افریقہ میں اشاعتِ اسلام اور مسیحی مبشّرین

[۱۹۷۰ء کے عشرے کے آخری برسوں اور اگلے عشرے کے نصف اوّل تک مغربی ذرائع ابلاغ کی توجّہ بالخصوص مسلم دنیا میں یکے بعد دیگرے آنے والی تبدیلیوں پر مرکوز رہی۔ وطنِ عزیز میں ضیاء الحق مرحوم کی فوجی حکومت نے نفاذ اسلام کے لیے جزوی اقدامات کا آغاز کیا۔ ایران میں "مضبوط بادشاہت" رخصت ہوئی۔ "پس ماندہ" افغانستان کے عوام نے ایک "سُپر پاور" کا تغلّب قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مشرقِ وسطیٰ کے بعض عرب ممالک میں لبرل اور سیکولر حکمرانوں کے خلاف ناراضگی کا اظہار ہونے لگا۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے اس صورت حال کو "جنگ جُو اسلام" اور "بنیاد پرستی" کا احیاء قرار دیا۔ ناقص مطالعہٗ اسلام، غیر مصدقہ اطلاعات اور مسلم دنیا کو تعصّب کی نظر سے دیکھنے کے نتیجے میں صحافی اپنے مغربی قارئین کو خوف میں مبتلا کرنے اور احیائے اسلام کے عمل سے نفرت سکھانے کے علاوہ کچھ نہ دے سکے۔ مغربی جامعات اور ان سے وابستہ مطابع نے چند برسوں میں متعدد کتابیں شائع کر دیں جن میں متقدمین اسلام کی کتابوں کے تراجم، اسلام کے سیاسی، معاشی اور سماجی پہلوؤں پر خصوصی مطالعے اور معاصر احیاء پسندوں کی تحریروں کے انتخابات شامل ہیں۔ تعلیمی دنیا میں مسلمان احیاء پسندوں کی ذات اور افکار پر مقالات لکھے گئے جو مسلسل شائع ہو رہے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ دوسرے ممالک میں بھی لبرلزم اور سیکولرزم کے خلاف "مذہبی قومیت پرستی" کی فضا موجود ہے۔ بدھ مت، ہندومت اور مسیحیت کے احیاء کا عمل بھی جاری ہے۔ تاہم تہذیبوں اور مذاہب کے تصادم کی باتوں

سے مغربی دنیا کی فضا "اسلام دوست" نہیں ہے، اور سوویت یونین کے زوال پر ایک بار پھر اسلام اور مغربی تہذیب کو ایک دوسرے کے مقابل دیکھا جا رہا ہے۔

جب مغربی صحافی اسلام اور عالمِ اسلام پر مسلسل لکھ رہے تھے، ایک جرمن صحافی Wilhelm Dietl نے احیاءِ اسلام کے عمل سے گزرتے ہوئے ممالک کا سفر کیا اور اسلامی تحریکوں کے نمایاں افراد سے ملاقاتیں کیں۔ اس سفر اور ملاقاتوں کے تاثرات کو اس نے ۱۹۸۳ء میں کتابی شکل میں پیش کیا جو ایک سال بعد Holy War (مقدّس جنگ) کے نام سے انگریزی میں منتقل ہوئی۔ جرمن صحافی نے سوڈان کا دورہ کرتے ہوئے "اسلامی افریقی مرکز" (خرطوم) دیکھا۔ اس کے منتظمین سے باتیں کیں اور افریقہ میں اشاعتِ اسلام کی رفتار دیکھتے ہوئے مسیحی مبشرین کا نقطۂ نظر معلوم کیا۔ ذیل میں اس حوالے سے لکھے گئے مضمون کا آخری حصّہ پیش کیا جاتا ہے، البتہ مضمون نگار نے ضمناً جن آراء اور واقعات کا اظہار کیا ہے، (اور یہ براہِ راست موضوع سے متعلق نہیں) حذف کر دیے گئے ہیں۔

اگرچہ تحریر اس کو شائع ہوئے دس سال کا عرصہ گزر گیا ہے، تاہم فکری اعتبار سے اس کی اہمیّت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ مضمون نگار کی بعض آراء یقیناً محلِ نظر ہیں جو اسلام کے ناقص مطالعہ کا نتیجہ ہیں۔ مدیر]

دینِ اسلام ایک بار پھر اپنی سابقہ قوّت حاصل کرنے کے عمل سے گزر رہا ہے اور اسلام کی اشاعت اب روکی نہیں جا سکتی۔ یہ دنیا میں آندھی کی طرح پھیل رہا ہے۔ رواں صدی کے آغاز میں سیاہ فام لوگوں کا صرف پانچواں حصّہ [حضرت] محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا پیرو کار تھا، جب کہ آج چالیس کروڑ سیاہ فام آبادی میں ان کی تعداد نصف ہے۔ پچاس برسوں میں اسلام نے وہ کچھ حاصل کر لیا ہے جو گزشتہ ایک ہزار سال میں نہ ہوا تھا۔ اس کی نشر و اشاعت کے ذمہ دار اس نظریے پر اپنا دعوتی کام کرتے ہیں کہ اسلام ایک افریقی مذہب ہے اور اس براعظم کے لوگوں کے لیے موزوں ہے۔ اس کے برعکس مسیحیت نو آبادیاتی طاقتوں کا مذہب ہے، اس لیے اجنبی، یورپی تحکّم آمیز اور عام لوگوں کو نظر انداز کرنے والا ہے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اسلام ان لوگوں کے لیے سیدھا سادہ مذہب ہے اور مسیحیت کی نسبت اسلام تک رسائی آسان ہے۔ ایمان کے اظہار کے ساتھ ہی مذہب پر عمل شروع ہو جاتا ہے۔ جب کہ تثلیث اور خدا کے انسانی شکل اختیار کرنے کے تصوّرات افریقی ثقافتی ورثے سے باہر ہیں۔ اسلام نے مقامی لوگوں کے اخلاق اور رسم و رواج کے بارے میں کبھی سوال نہیں اٹھایا بلکہ اسلامی عقائد کے ساتھ ساتھ انھیں قائم رہنے دیا ہے۔ تعدّدِ ازدواج اور وسیع شدہ (extended) خاندان کے افریقی رواج کو نہیں چھیڑا گیا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ایمان دنیوی زندگی میں عالمگیر راستہ متعین کرتا ہے۔ اسلام مظاہر پرست آبائی مسالک اور روایتی رنگ رلیوں کو برداشت کر لیتا ہے[1]۔

سماجی شعبے میں بھی اسلام نے افریقی لوگوں کا ذہنی تناظر وسیع کیا ہے جو پہلے سخت روایت پرستی پر مبنی تھا۔ ہاؤساہوں یا بینڈا، یا فُلبے قبیلے کے لوگ تمام افریقیوں نے اپنی قسمت کو ارواح کے حوالے کیا ہوا تھا جو اُن کے خیال میں کسی چشمے، درخت یا دریا میں رہتی تھیں۔ اسی طرح فرد کی زندگی کو وجود کے ایک طویل سلسلے کی کڑی سمجھے ہوئے تھے جو خاندان یا قبیلے کے کسی پراسرار بانی تک پھیلا ہوا تھا۔ افریقی فرد کی کوشش ہوتی تھی کہ یہ ارواح اور اس کے آباؤ اجداد اس پر سایہ کیے رہیں۔ اسلام کی وساطت سے اب افریقی فرد نے یقین کر لیا ہے کہ اس کی زندگی مختصر عرصے پر محیط ہے اور دنیوی زندگی میں اس کے افعال کی جب ہی کوئی قدر و قیمت ہے کہ وہ دین کے لیے ہوں۔ اسے مسلمان اساتذہ نے سکھایا ہے کہ اس نے جو کچھ دنیوی زندگی میں کیا ہے، مرنے پر اس کا حساب ہوگا اور وہ روزِ قیامت اسی صورت میں نجات پا سکتا ہے کہ دنیوی زندگی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو۔

آبائے سفید (White Fathers) افریقہ میں مسیحی تبشیر کا سب سے زیادہ تجربہ رکھنے والی تنظیم ہے۔ اس تنظیم کے پیٹر آرٹر ہینڈ (Pater Artur Hand) نے مجھے بتایا۔

> نوآبادیاتی طاقتوں سے آزادی حاصل کرنے کے بعد شمالی افریقہ میں صورتِ حال بڑی دلکش تھی۔ مسیحی اور مسلمان ایک دوسرے سے ملتے اور اکٹھے کام کرتے تھے۔ بعد ازاں دوسروں نے سوچا کہ اُنھیں ہماری بالکل ضرورت نہیں اور ہمیں مسترد کر دیا۔

مسیحیوں کو اکثر اس صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اعتماد میں اضافے کے ساتھ افریقی (ایشیائیوں کی طرح) مغربی دنیا سے دور ہو گئے اور اس عمل میں غیر ملکی "خواجات" (سوڈان میں سفید فاموں کو کہا جاتا ہے) کے مذہب سے بھی دور ہو گئے۔

--- [۲] افریقی قبائل اپنے رہنماؤں کی ترغیب پر بار بار اپنا مذہب بدل لیتے ہیں خرطوم میں "ورلڈ کونسل آف چرچز" کے نمائندے ریورنڈ جان مالوایٹر (John Maloe Ater) نے غیر مساویانہ مقابلے پر افسوس کا اظہار کیا"۔ صدیوں سے عرب ریاستوں کے تاجر اسلام پھیلا رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو روپیہ پیسہ دیتے ہیں اور ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مغرب کے چرچوں کو مالی طور پر، معقول وسائل حاصل نہیں"۔ یہ محض روپے پیسے کا معاملہ نہیں ہے۔ حالیہ دس بیس برسوں میں ہزاروں نئی مساجد اور قرآنی مکاتب تعمیر کیے گئے ہیں۔ تیل کی دولت سے مالامال ممالک کا "اسلامی ترقیاتی بنک" سارا کام کرتا ہے۔ بہت سی حکومتیں فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے رقم مہیا کرتی ہیں اور کسی حد تک خلیج کے امیر افراد بھی تعاون کرتے ہیں۔ اسلام کے مقدّس مقامات کے زائرین میں بہت سے افریقی شہروں کے لوگ اکثر نظر آتے ہیں۔ پانچ سال کے عرصے میں نائجیریا کے جن لوگوں نے ان مقامات کا سفر کیا ہوگا، وہ دو لاکھ سے کم نہ ہوں گے۔

--- ۱۹۱۱ء میں جب نوآبادیاتی دور اپنے پورے عروج پر تھا، معروف ترین جرمن مبشرین میں

سے ایک گوٹ فرائیڈ سائمن (Gottfried Simon) نے اپنی کتاب Islam and Christianity in the Battle for the conquest of the Animistic Heathen World (مظاہر پرست وحشی دنیا کو جیتنے کی جنگ میں مسیحیت اور اسلام) میں جو پیش گوئی کی تھی، اب پوری ہونے لگی ہے۔

اس سے مفر نہیں کہ اسلام افریقہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مشنوں کا اس سے واسطہ ہے۔ یہ سوال کہ ہمیں مسلمانوں کے درمیان تبشیری کام کرنا چاہیے، ہمارے عہد میں فضول ہے ہم ان میں شامل ہیں جن پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ محمدی سیلاب کئی بندوں کے اوپر گزر رہا ہے گا اسلام نے ہمارے مال واسباب کے لیے سوال پیدا کر دیا ہے۔

سائمن کے رفقائے کار یعنی مسیحی کلیساؤں کے نمائندے جو بتدریج پسپا ہو رہے ہیں، اب اپنے "مال واسباب" کی بالکل بات نہیں کرتے۔ پیٹر ہینڈ (Pater Hand) کی رائے میں

نوآبادیت کے خاتمے پر اسلام کا احیا سمجھ میں میں آنے والا مسئلہ ہے۔ ہم مسیحیوں کو اس بات کا کوئی حق حاصل نہیں کہ مسلمانوں کو اس سے روکیں۔ بد قسمتی سے نشاۃ ثانیہ مستقبل کی جانب نہیں بلکہ ماضی کی طرف ہے۔ اس بات کا خطرہ ہے کہ مسلمان ان سیاسی اور نظریاتی باتوں کو اپنائیں گے جو معاصر ماحول سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ علاوہ ازیں وہ ایک مثالی تاثر ابھار رہے ہیں جس کا کبھی وجود نہیں تھا۔ ہمیں مکالمے کی نئی شکلوں پر غور کرنا چاہیے اور مباحثہ شروع کرنا چاہیے، بالخصوص سینیگال، نائجیریا، نائجر اور اپر وولٹا میں، جہاں ہم سخت مصیبت میں ہیں۔

فادر جان جو خرطوم میں صفِ اوّل میں شامل ہیں، نسبتاً زیادہ رنجیدگی سے اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں۔

یہاں ملک کے جنوبی حصّے میں پورے افریقہ کی طرح ہم ہار جائیں گے، اگر یورپ نے مناسب وقت کے اندر صورتِ حال پر توجہ نہ دی۔ یہ طاعون کی مانند ہے۔ کسی جگہ جب تک مسلمان ہیں، اسلام پھیلتا ہے اور بار بار ہم پر واضح ہوتا ہے کہ ہم نے لوگوں کے شعور میں ثروت مند روایت کی طرح اپنے مذہب کو پیوست نہیں کیا ہے۔ یہ افسوس ناک بات ہے کہ مغرب کی فکر مندی صرف معیشت اور سیاست سے متعلق ہوتی ہے۔ ایک طویل عرصے سے اس نے اپنے مذہب کو نظر انداز کیا ہوا ہے۔ مغرب مادی اشیاء کے حوالے سے امیر بن گیا ہے مگر مذہبی برکات سے خالی ہے۔

پچاس سالہ سیاہ فام جان مالوایٹر (John Maloeater) جنھوں نے بیروت میں تعلیم حاصل کی ہے، مغربی حکومتوں کو سخت سست کہتے ہیں کہ وہ تیل کی دولت سے مالا مال

ملکوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے بہت کچھ کرتی ہیں اور اس عمل میں افریقہ کو نظر انداز کر دیتی ہیں۔

فادر جان اپنے میدان میں مقابلے (الاخوان المسلمون کے "اسلامی افریقی مرکز") کو کس طرح دیکھتے ہیں۔

> یہ ساری مسیحیت کے لیے خطرہ ہے۔ تھوڑے عرصے کے بعد اہلِ فکر کی پوری نئی نسل یہاں تعلیم پائے گی۔ پھر یہ لوگ روپے پیسے کے ساتھ داعیوں اور تاجروں کے بعد آئیں گے۔ اور انہیں ایک بڑی قوّت کا سہارا ہے۔ ہم یہ مقابلہ نہیں کر سکتے اور مسلمانوں کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکتے، جب تک ہمارے پاس کوئی مسیحی مہدی نہ ہو، جو پورے افریقہ کو اپنی برکت سے آزاد کرا لے۔ اور اگر ایسا مسیحی مہدی ہوتا تو غالباً وہ بھی ناکام ہو جاتا، کیوں کہ روم میں ہمارے اپنے لوگ ساتھ نہیں دیتے۔ ویٹیکن کے ماہرین اسلام کا جس قدر مطالعہ کرتے ہیں وہ اسے اتنا ہی زیادہ ہمدرد پاتے ہیں یہ سچ ہے۔ جہاں تک الاخوان المسلمون کا تعلق ہے، یہ اب بہت اہم ہے اور بہت خطرناک۔ ذرا مجھے بتایے الاخوان المسلمون کہاں ہے؟ آپ کو طویل عرصے تک اس کی تلاش کرنا پڑے گی۔

فادر جان کو پوپ پال دوم کے ساتھ اپنے آپ کو تسلی دینا چاہیے، جنہوں نے مئی ۱۹۷۹ء میں شمالی افریقہ کے بشپوں کو یاد دلایا تھا کہ "مسلم برادری کی طرف سے خدائے خالق کی جس طرح گواہی برادری اور عوام کے سامنے دی جاتی ہے، یہ مسیحیوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔

حاشیہ

۱۔ مضمون نگار کا یہ نقطۂ نظر درست نہیں کہ اسلام اپنے پیروکاروں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے مظاہر پرست آباؤاجداد کی روایات اسلام کے ساتھ ساتھ قائم رکھیں۔ اس بات کا امکان ہے کہ بعض افریقی مسلمان قبائل میں اسلام کے اظہار کے ساتھ مظاہر پرستی کے بعض شعائر موجود ہوں گے، مگر اسے اسلامی نقطۂ نظر سے درست نہیں قرار دیا جاسکتا۔ یہ ناقص تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے۔ دنیا بھر میں بیسیوں ایسی تحریکوں نے جنم لیا اور آج بھی ایسی تحریکیں موجود ہیں جو مسلمانوں میں غیر شعوری طور پر موجود غیر اسلامی اثرات کے خاتمے کے لیے کوشاں ہیں۔

— ۲ —

[مذکورہ بالا رپورٹ اور نقطہ نظر ایک آزاد خیال جرمن صحافی کا ہے جو اگرچہ احیائے اسلام کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتا، مگر افریقہ کا مستقبل اسلام سے وابستہ سمجھتا ہے۔ اس کے برعکس امریکی ایونجلسٹ سٹین گتھری (Stan

Guthrie) پورے عالمِ اسلام کے ساتھ ساتھ افریقہ میں مسیحیت کی پیش رفت کے لیے پُرامید ہیں۔ "کرسچنٹی ٹوڈے" نے ان کا ایک مقالہ (Muslim Mission Break through) (مسلمانوں میں مسیحی تبشیر کی کامیابی) شائع کیا ہے۔ ذیل میں افریقہ سے متعلق حصّوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ مدیر]

ایشیا، افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ میں مسلمانوں کے درمیان کام کرنے والے مسیحی ان کی بے مثال کشادہ دلی کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ صورت حال اس روایتی سوچ کے برعکس ہے جو مسلمانوں کو انجیلی پیغام کے لیے ناقابلِ نفوذ حد تک مزاحم قرار دیتی ہے۔ ہلال (پہلی تاریخ کا چاند) دنیا کے بہت سے حصّوں میں اسلام کی علامت ہے اور ایک ارب مسلمانوں کا مذہب ہلال ہی کی مانند ہے۔ جس طرح چاند کی شکل تبدیل ہوتی رہتی ہے، اسی طرح اسلامی دنیا بدل رہی ہے۔ یہ تبدیلی نہ صرف جدید ثقافتی قوّتوں کے ساتھ مسلمانوں کے میل ملاپ کا نتیجہ ہے بلکہ اس میں مسیحی مشنوں کا بھی حصّہ ہے۔

"ایس-آئی-ایم انٹرنیشنل" (نارتھ کیرولینا) کے "شعبہ تبشیر و افزائش کلیسیا" کے رابطہ کار ہووارڈ برنٹ کے الفاظ میں "مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کے لیے غالباً جتنی بڑی تعداد میں لوگ آج مصروفِ عمل ہیں شاید تاریخ میں کبھی نہ تھے، اور تاریخ کے کسی بھی دور کی نسبت آج اسلام سے مسیحیت کے دائرے میں آنے والوں کی تعداد زیادہ ہے"۔

"فلر تھیولاجیکل سیمیزی (کیلی فورنیا) کے "سکول آف ورلڈ مشن" کے ڈین ڈڈلے وُڈبیری بھی پُرامید ہیں۔ اسلامیات کے یہ معروف فاضل کہتے ہیں کہ "جو کامیابی آج ہم دیکھ رہے ہیں، پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی"۔

"عرب ورلڈ منسٹریز" (لندن) کے ڈائریکٹر برائے ریاست ہائے متحدہ امریکہ، ولیم سال ایک کتاب (Reaching Muslims for Christ) (یسوع مسیح کے لیے مسلمانوں سے رابطہ) کے مصنّف ہیں۔ ان کے اندازے کے مطابق شمالی افریقہ میں ہزاروں مسیحی ہیں۔ وہ مزید بتاتے ہیں کہ مصر میں چرچ دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ جنوبی مصر میں (Assemblies of God) سے وابستہ چرچ احیائی عمل سے گزر رہے ہیں اور ان چرچوں نے کم از کم بیس ہزار برائے نام مسیحیوں کو خدائی بادشاہت میں شامل کیا ہے۔ مصر میں تمام مسیحی فرقے غیر فعاّل اور خاموش رہنے کی اپنی سابقہ عادت ترک کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کے لیے کوشاں ہیں۔ ولیم سال کی رائے میں مصر کے تقریباً ہر چرچ کا ان لوگوں سے رابطہ ہے جو اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر حلقۂ مسیحیت میں آتے ہیں۔ تبشیری کام کرنے والے ان بھائیوں اور بہنوں پر یہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے، کہ چاہے وہ کچھ بھی کریں، وہ معتوب اقلیت ہیں۔ اس لیے تبشیری کام کرنے سے انہیں کچھ زیادہ نقصان نہ اٹھانا پڑے گا۔ دوسرے مسلم خطّوں میں اقلیتی گروہ، جن میں جنوبی سوڈانی اور کُرد بھی شامل ہیں، انجیلی پیغام کے لیے کشادہ دلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

سوڈان میں جہاں مسلمان حکومت نے اپنے مخالفین کے خلاف جہاد شروع کر رکھا ہے، چرچ ترقی پذیر ہے۔ ایک مسیحی سوڈانی رہنما کی اطلاع ہے کہ مغربی سوڈان سے ہزاروں افراد اپنا گھر بار چھوڑ کر ملک کے شمالی حصّے میں آ گئے ہیں جہاں نسبتاً زیادہ تحفّظ ہے، اگرچہ شمالی سوڈان میں عرب آبادی کی اکثریت ہے۔ مسیحیوں نے ان پناہ گزینوں میں چرچ قائم کرنے کا آغاز کیا ہے اور مسلمان ہمسایوں سے اُن کا رابطہ ہے۔ Operation World (آپریشن ورلڈ) کے مصنّف پیٹرک جان سٹون کے الفاظ میں "جنگ، قحط زدگی اور جبر کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مشکلات کے ساتھ ساتھ سوڈان میں چرچ تیزی سے ترقّی کر رہا ہے"۔

مُوڈی بائبل انسٹی ٹیوٹ (شکاگو) میں "ڈیپارٹمنٹ آف ورلڈ مشنز" کے سابق چیئرمین اور "عرب ورلڈ منسٹریز"

(لندن) کے موجودہ ڈائریکٹر رے ٹال مین کی اطلاع ہے کہ الجزائر اور مصر میں جہاں مسلم بنیاد پرست تنظیمیں آمرانہ حکومتوں کے لیے سخت چیلنج بنی ہوئی ہیں، ۱۹۹۲ء اور ۱۹۹۳ء میں اسلام سے حلقۂ مسیحیت میں آنے والوں کی تعداد ماضی کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔

[مذکورہ بالا کامیابیوں کے باوجود] فِل پارشل مسیحیوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ وہ اسلام کی قائم رہنے والی طاقت کو معمولی نہ خیال کریں۔ فِل پارشل ایک مشنری ہیں جنھوں نے طویل عرصے تک مسلمانوں میں کام کیا ہے اور اسلام پر پانچ کتابوں کے مصنّف ہیں۔ "میں یہ بے حقیقت دعویٰ آئے دن پڑھتا رہتا ہوں کہ بائبل عنقریب اسلام کو مکمل طور پر شکست دے دے گی۔ ہمیں اس بے بنیاد مسیحی فتح مندی کے بارے میں محتاط ہونا چاہیے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یقین رکھنا چاہیے کہ ہمارا خداوند خدا اس بات پر قادر ہے کہ تاریخی عمل میں مداخلت کرے اور مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے میں بڑی کامیابی عطا کرے"۔

فِل پارشل کا مشورہ ذہن میں رکھتے ہوئے، مختلف علاقوں کی مقامی مسیحی آبادی اور مشنری مسلم دُنیا میں اپنے بالفعل مسیحی بھائیوں اور بہنوں کی روحانی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے متعدّد ذرائع اختیار کیے ہوئے ہیں۔ [بائبل کی تقسیم، امداد اور ترقیاتی کاموں، نیز ریڈیو اسٹیشنوں کے ذریعے مسلمانوں کو اپیل کیا جا رہا ہے۔] "الائنس تھیولاجیکل سیمینری" (نیویارک) میں الہیات کے پروفیسر، ٹائٹ ٹینو کی اطلاع ہے کہ مغربی افریقہ میں برکینا فاسو کے متعدّد مولوی عربی زبان میں بائبل پڑھ کر حلقۂ مسیحیت میں شامل ہوئے ہیں۔

جب تک مسلمان غربت و افلاس اور مصائب کا شکار ہیں، انسانی ہمدردی کی بنیاد پر انہیں مہیا کی جانے والی مسیحی امداد کے ساتھ مسیحیت کی دعوت شامل ہے اور حضرت مسیح کے مذہب کے لیے مسلمانوں کے دروازے کھلتے رہیں گے۔ مالی میں موسمی تبدیلیوں کے نتیجے میں چراگاہیں اور قابلِ کاشت زمینیں بنجر ہو رہی ہیں اور مسلمان گلہ بان اور کسان اپنی زمینیں چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ اس صورتِ حال میں مقامی مسیحیوں اور بیرونی ایجنسیوں کی امدادی کاوشوں سے مسیحی تبشیری کام آگے بڑھا ہے۔ کنساس (سوری) میں قائم "گاسپل مشنری یونین" کے شعبۂ افریقہ و یورپ کے نائب صدر جناب جِم ٹیلر کی اطلاع کے مطابق ۱۹۸۰ء میں مالی میں چالیس چرچ تھے اور مسیحی آبادی صرف چھ ہزار تھی، مگر آج بائیس ہزار مسیحی، تین سو جگہ اجتماعی عبادت میں شریک ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مالی میں اب مسیحیت کا ایک نفیس حلقہ ہے۔

مکالمہ

مذہب بہ مذہب: "عشرۂ اشاعتِ انجیل" پر ایک مسلمان کے تاثرات

[برمنگھم (برطانیہ) میں مقیم جناب اے - بی - بوہیب کافی عرصے سے مکالمہ بین المذاہب کی تحریک سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ عشرۂ اشاعتِ انجیل "انسٹی ٹیوٹ آف مسلم مائنارٹی افیئرز" کے شش ماہی مجلّے میں شائع شدہ اُن کے تاثرات کا ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مدیر]

ہزارۂ دوم کا آخری عشرہ گزر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہزار سال کے عرصے میں جو کام رہ گیا ہے، اسے انجام دینے کا احساس اور انجیلی بشارت کے عام کرنے کی خواہش بڑھ گئی ہے۔ اب جو وقت